باب پنجم

ہفت تماشائے مرزا قتیل

جناب ڈاکٹر محمد عمر صاحب اُستاذ جامعہ ملّیہ اسلامیہ نئی دہلی

ہندوؤں کے رسم ورواج کے بیان میں

معیارِ شرافت واضح رہے کہ کسی فرقے میں بھی اجلاف وارازل کے رسوم ورواج نہ پہلے کبھی معتبر سمجھے گئے ہیں اور نہ آج قابلِ لحاظ ہو سکتے ہیں، یہاں پر صرف اربابِ شرافت ومتانت کے رسوم ورواج کا ذکر اسی اصول کے تحت کیا جاتا ہے۔ درحقیقت ہندوؤں کے پانچ فرقوں کا شمار شرفا میں ہوتا ہے جو برہمن، کھتری، راجپوت بیس اور کایتھ کے نام سے مشہور ہیں، چونکہ کشمیری برہمنوں کے سوا باقی برہمن امراء کی سرکار میں نوکری پیشہ یا اہلِ دفتر، یا فرقۂ سپاہ میں نہیں سوائے ایک معدود تعداد کے۔ بلکہ ان سب کا ذریعۂ معاش غیر برہمن ہندوؤں کے لیئے دعائے عمر واقبال اور ان کے گھروں میں گدائی کرنا یا طباخی اور صراحی برادری جیسی خدمات انجام دینا یا کم مرتبے کی دوسری صنعتوں سے معاش حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اس سے روپیہ جمع کرکے وہ دوکانداری کرلیتے ہیں اور اس سے بھی ترقی کی تو ام اسے سود پر لین دین شروع کر دیا۔ مگر کشمیری برہمن سب کے سب رشید، صاحبِ تقریر وتحریر اور عقل وذکا کے حامل ہوتے ہیں اس لئے دوسرے برہمنوں سے بزرگی اور شرافت میں فوقیت رکھتے ہیں کیونکہ ان میں دوکان دار اور گداپیشہ کم پائے جاتے ہیں اس لحاظ سے اعلیٰ پیشہ ور اسی فرقے کے لوگ ہوتے ہیں۔ لہٰذا کشمیری برہمنوں کے پیشہ ور وہنرمند دوسروں سے بہتر ہوتے ہیں، کھتریوں میں پورب کے باشندے سب کے سب اہلِ حرفہ اور اہلِ بازار ہیں، اور ان میں بعضے اپنی ثروت کی وجہ سے دولت مندوں کی سرکار سے لین دین بھی رکھتے ہیں۔ اس فرقے میں نوکری پیشہ بہت کم لوگ ہوتے ہیں۔ اور جو لوگ ملازم ہیں وہ بھی دفتروں میں ہیں، سپاہی نہیں ہیں، اور اگر کوئی ہے بھی

توخال خال۔ گویا نادر جو معدوم کے ذیل میں داخل ہے۔اور پنجاب کے تمام کھتری اہلِ دفتر یا سپاہی یا عامل پرگنہ ہوتے ہیں، اِن میں رذیل پیشہ ور اور دوکاندار پوربیوں کے مقابلے میں بہت ہی کم ہیں، اس صورت میں پنجابی، پوربیوں سے شریف تر ہوتے ہیں۔پوربیوں میں فارسی جاننے والے بہت کم پائے جاتے ہیں اور راجپوت یا تو راجا اور زمین دار ہیں یا زراعت پیشہ ہوتے ہیں، بازاری، اہلکار (دفتری) یا نامرد تو شاذ ہی کوئی ہوتا ہوگا۔اور بیس یعنی اگروال، سراوگی اور ڈہوسر، اکثر یا تو دوکانداری کرتے ہیں یا گھر بیٹھے بڑے امراء سے لین دین کرتے ہیں، راجپوتوں کے برخلاف اس فرقے میں سپاہی پیشہ، نوکری پیشہ اور حساب داں بہت کم لوگ پائے جاتے ہیں، اور ان میں اہلِ حرفہ بہت کم ہوتے ہیں، مگر وہ لوگ جو اس فرقے کے بارہ[۱۲] گردہوں کے باہر ہیں، وہ بازاری ہوتے ہیں، نچلے درجہ کے پیشے کرتے ہیں۔کالپی میں اس گروہ کے دو[۲] تین نفر جو معمولی سی اجرت میں لوگوں کے کانوں کا میل نکالتے ہیں، ماتھر فرقے کے پائے گئے۔مختصر یہ کہ شرافت کی دو قسمیں ہیں۔ایک نسبی اور دوسری حسبی۔ ہندو شرافتِ نسبی کو شرافتِ حسبی پر ترجیح دیتے ہیں۔اگر ایسا نہ ہو تو ایک صاحب فیل و پالکی کو اپنی لڑکی کا رشتہ ایک بازاری سے نہ کرنا چاہئے۔اور ہندوؤں میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ داماد تو دلالی کرتا ہے اور اس کا خسر ہاتھی کی سواری پر چلتا ہے یا اس کا سالا ایک بڑا امیر ہوتا ہے، اور بہنوئی بزازی کی دوکان میں پڑا ہوتا ہے یا حلوائی کا خوانچہ کاندھے پر رکھے گلی کوچوں میں گشت لگاتا پھرتا ہے، مگر مسلمانوں میں شرافتِ حسبی معتبر سمجھی جاتی ہے، کیوں کہ ایک امیر سید کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اپنی لڑکی ایک ایسے سید کے لڑکے سے منسوب کردے جو عطاری کی دوکان کرتا ہو۔دوسرے حسبی پیشے تو کس شمار میں ہیں، ہندوستان کی تو یہی رسم ہے، ولایت کے مسلمانوں کے رسم و رواج اور طور و طریقہ کا مجھے پورا علم نہیں ہے کہ اُن کا بھی یہی طریقہ ہے یا اس کے برعکس۔چونکہ ہندوستان میں ہندوؤں کی اکثریت ہے اور اسلام کے غلبہ کی وجہ سے تمام لوگ مسلمانوں کے مطیع و پیروکار ہیں۔ اس لئے ہندوؤں میں جو شخص کھانے پینے میں، تحصیل معاش اور حسن بیان میں مسلمانوں سے زیادہ قریب ہوتا ہے وہ زیادہ شریف سمجھا جاتا ہے، گویا معیارِ شرافت وہ ہے جس کے مسلمان پابند ہیں۔اس لحاظ سے آنانیا اور کشمیری برہمنوں کے سوائے کھتری اور کایستھ لوگوں کی شرافت بیس اور راجپوت فرقے کی شرافت سے

اعلیٰ اور ارفع ہے، کیونکہ راجپوت لوگ فارسی سے متعارف نہیں ہیں، اور اُن کی زبان اور لباس شاہ جہاں آباد یا دوسرے مرکزی شہروں کے ساکنوں کی زبان و لباس سے مختلف ہے، اور بنیں دوکان داری اور امراء سے لین دین کرنے کی بنا پر اِن سے کم تر ہیں، لہٰذا بنیوں، راجپوتوں، کھتریوں، برہمنوں اور پیشہ ور کایتوں، اہلِ حرفہ اور گداؤں میں شرافتِ نسبی تو برہمن اور نوکری پیشہ کایتھ کے برابر ہی ہوگی، مگر شرافتِ حسبی میں وہ کم سمجھا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ایک صاحب عزت فیل نشیں کھتری نے اپنی لڑکی ایک دوکان دار کھتری سے منسوب کر دی تو اُسے پیشہ و برادری کے لوگوں میں یقیناً فوقیت حاصل ہو جاتی ہے اور وہ شرافت کا درجہ حاصل کر لیتا ہے کیونکہ اُسے خسر کی طرف سے شرافتِ نسبی حاصل ہو جاتی ہے، دلیل ظاہر ہے کہ عمائدِ اسلام میں سے کوئی بھی مسلمان کسی بازاری کی تعظیم کرنا تو درکنار اُسے اپنی مجلس میں خوشی سے بٹھانا بھی پسند نہیں کرتا، تو یہ عقل سے کتنا مستبعد ہے کہ جب ایک جلیل القدر اور واجب التکریم ہندو کا داماد اپنے خسر کے ہم مرتبہ ذی اقتدار مسلمانوں کے سامنے آئے تو وہ لوگ اس سے تعظیم سے پیش آئیں۔ مختصر یہ ہے کہ اس فرقے کے اشراف اور غیر اشراف اصطلاحی شرافت کی رو سے، جس کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے قدیم رسومات میں یکساں ہیں۔ اور جدید رسومات میں ایک دوسرے کی ضد۔

جدید رسمیں | چونکہ رسوماتِ جدید میں شرافت اور غیر شرافت کا فرق پایا جاتا ہے لہٰذا ان رسموں کو قدیم پر ترجیح دے کر اُن کا بیان پہلے کیا جاتا ہے۔

غیر جماعت کے ہندوؤں کا، جن کو مہذب مسلمانوں کی صحبت میں رہنے کا اتفاق ہوا ہو، یہ دستور ہے کہ لڑکا صبح کو بیدار ہو کر اپنے والد کو سلام کرتا ہے چاہے وہ ایک ہی کمرے میں سوئے ہوئے ہوں، اور ان میں بعضے تربیت یافتہ لڑکے اپنے باپ کو "آپ" سے مخاطب کرتے ہیں۔ جو کلمۂ تعظیم ہے، ورنہ عام طور سے دوسرے بالخصوص دلال اور دوکان دار "تو" یا "تم" کہتے ہیں، حالانکہ رذیل مسلمانوں کی بھی یہی حالت ہے لیکن اُن کو کوئی شریفوں میں شمار نہیں کرتا۔ اور یہ فرقہ شرافتِ نسبی کی رو سے مہذب اور شائستہ ہندوؤں کی برابری کا دم بھرتا ہے، اس گروہ کے اکثر لوگ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کے نام کی ہنسلی اپنے بچوں کے گلے میں ڈالتے ہیں، اور اُن کی نیاز کا کھانا پکواتے ہیں۔ اور اُن میں سے بیشتر لوگ شیعی عقیدہ کی طرف

مائل ہوکر اپنے بچوں کے نام کا تعزیہ مسلمانوں کے گھروں سے اُٹھواتے ہیں، کچھ لوگ صوفیوں کے عقائد کی پیروی کرکے اپنے بھائیوں سے چھُپ کر مسلمانوں کو عرس کیلئے روپیہ دیتے ہیں، اور کسی چشتیہ، قادریہ یا سہروردیہ بزرگ کا عرس کراتے ہیں، ان میں سے کچھ لوگ اپنی عورتوں کو پردہ میں بٹھاتے ہیں اور مسلمانوں کی تقلید میں انہیں چوپالکی سواری میں اپنے رشتہ داروں کے یہاں بھیجتے ہیں۔

شاہ مدار کے نام کی چوٹی | اور شاہ مدار کی نذر کیلئے اپنے بچوں کے سر پہ چوٹی رکھتے ہیں۔ جب بچّہ اُس عمر کو پہنچ جاتا ہے جس کی نیت انھوں نے چوٹی رکھواتے وقت کی تھی تو اُسے شاہ مدار کے مزار پہ لے جاتے ہیں جو مکن پور میں واقع ہے اور وہاں جاکر اُس کے بالوں کو منڈواتے ہیں، اور دیگوں میں نذر کا کھانا پکوا کر مساکین، و غرباکو کھلاتے ہیں بعدازیں اُس بچّے کی موت سے بے خوف ہوجاتے ہیں۔

شاہ مدار | شاہ مدار کے حالات کے بارے میں مختلف روایات سننے میں آتی ہیں، بعضے اُن کو سید بتاتے ہیں مگر یہ بات بالکل غلط ہے، اس روایت کے منکروں کا کہنا یہ ہے کہ وہ حلب کے یہودیوں میں سے تھے، مدّت کے بعد شرفِ اسلام سے مشرف ہوئے اور درویشوں کی جماعت میں شامل ہوگئے، چونکہ اُن کے سر میں فنافی اللہی کا سودا تھا اس وجہ سے اہلِ دنیا اور شریعت کے متقلّدوں سے اُن کو کوئی سروکار نہیں رہا تھا۔ ہندوستانی جوگیوں اور دوسرے فقراء سے تعلیمِ باطنی حاصل کی تھی، اکثر وہ زمین پر پڑے رہتے تھے، اور فرشِ خاک اُن کا بستر تھا، ایک اور جماعت دوسری روایت بیان کرتی ہے، لیکن بعض لوگوں کے نزدیک تمام روایتوں اور اقوال میں یہی روایت زیادہ قوی ہے کہ وہ ایک یہودی تھے، مکہ کے سفر میں سید اشرف جہانگیر، جن کا مزار فیض آباد اور بنارس کے مابین کچھوچھہ میں واقع ہے اور خواجہ شمس الدین محمد حافظ شیرازی اور شاہ مدار ہم عصر تھے۔ وہ امیر تیمور صاحب قرآن کے ہم عصر تھے، کچھوچھہ ایک مقام کا نام ہے۔ مختصر یہ کہ شاہ مدار کی خاک نشینی اور تجرد کی وجہ سے شرافت کی قیود سے آزاد اور جاہل لوگ نیز مسلمانوں میں سے ضعیف عقیدے کے اور گمراہ لوگ خصوصاً پیشہ ور رذیل جیسے سبزی فروش، جلاہے، بھٹیارے، تجارت پیشہ اور رنگریز اور اسی طرح کے لوگوں نے جو اُن کے معتقد تھے، انہیں مکن پور میں دفن کردیا۔ بعضوں کے نزدیک اُن کی قبر حلب میں ہے اور مکن پور میں صرف حجرۂ عبادت ہے لیکن یہ روایت کمزور ہے۔ مختصر یہ کہ اپنی حیات میں وہ شریعت اور متانت کی پابندیوں سے آزاد تھے، اور دوسر

صوفیوں کے برعکس اُن کا کسی صوفیوں کے خانوادہ سے بھی تعلق نہ تھا، حالانکہ اہلِ شریعت اس بات کو بھی حق نہیں سمجھتے ہیں۔ بہرحال اُن سے کسی سلسلے کا آغاز نہیں ہوا لیکن عزت دار لوگوں کے سوا رذیل اور کم قدر مسلمان جوق درجوق اُن کے مزار کی پرستش کے لئے جاتے ہیں، اور رذالت اور جہالت کی وجہ سے اُن کو مرتبہ میں رسول اور ائمۂ اسلام سے بھی بالاتر سمجھتے ہیں بلکہ خدا کے برابر پہنچا دیتے ہیں، چنانچہ آج تک ہر سال دُور دراز کی مسافتیں طے کر کے سیاہ جھنڈے اٹھائے ہوئے ہزاروں مرد عورت، بچے بوڑھے، جوان، جوق درجوق مکن پور آتے ہیں۔

اِس زمانے میں جہاں تک نظر جاتی ہے چاروں طرف یہی زائرین اور نچلے طبقے کے لوگ اور اس سلسلے کے لاکھوں فقرا نظر آتے ہیں، کچھ پیشہ ور مسلمان اور بازاری ہندو بھی اس مجمع میں عقیدت کے ساتھ شریک ہوتے ہیں، اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو اس سلسلے کے مریدوں کی تعداد سکھوں کے پیشوا نانک شاہ پنجابی کے معتقدوں سے زیادہ ہی ہوگی۔ جس طرح ہر شہر کے امراء اور بازاری لوگوں میں نانک شاہ کے مرید پائے جاتے ہیں اسی طرح شاہ مدار کے مرید بھی جگہ جگہ ملتے ہیں، بلکہ یہ کلیہ سابت گیا ہے اگر کہیں اثنائے راہ میں کسی جگہ فقیر کا تکیہ ملے، یہ آدمی خواہ کسی قصبہ یا دیہات کا ہو، غالب ہے کہ وہ تکیہ مداری کا ہو اور وہ فقیر شاہ مدار کا مرید ہو۔ اور معدودے چند سنجیدہ اور صاحبِ علم مسلمانوں کے علاوہ اس گاؤں یا قصبے کے تمام مسلمان چاہے وہ بازاری ہوں یا خانہ نشیں سب شاہ مدار کے مرید اور غلام ہوں گے، شاہ مدار کا نام بدیع الدین تھا اور عربی میں مدار کے معنی قرارگاہ کے ہیں اور نجومیوں کی اصطلاح میں ستاروں کے دورہ کرنے کی جگہ کو کہتے ہیں اور صوفیا کی اصطلاح میں یہ قطب کے مراتب میں سے ایک مرتبہ کے ہیں۔ القصہ شاہ مدار کی درگاہ کے مجاور روزانہ علی الصباح تیار ہو کر چاروں طرف قافلوں کے راستے میں بیٹھ جاتے ہیں، جب کوئی قافلہ دُور سے آتا ہوا دکھائی دیتا ہے تو دوڑ کر اُن کے قریب پہونچ جاتے ہیں، اگر قافلے کے لوگ مسلمان ہوئے تو اُنہیں اس طرح سے شاہ مدار کی زیارت کے لئے ترغیب دیتے ہیں کہ مرتضیٰ علی علیہ السلام، حسن و حسین اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سب القاب مدار صاحب ہی کے ہیں۔ اگر ہندو ہوئے تو کہتے ہیں کہ رام، اوتار، کنہیاجی اور بھوانی یہ سب کے سب شاہ مدار ہی کے روپ ہیں، آیئے اور زیارت کیجیے

اور جو دلی تمنا ہو یہاں مانگئے۔ جلد ہی حاصل ہوگی، مکن پور نامی ایک قصبہ ہے جہاں شاہ مدار کا مزار ہے، لیکن یہ ضرور ہے کہ عقیدۂ راسخ کے ساتھ شاہ مدار کی پرستش زیادہ تر پورب کے ہندوؤں میں اور خاص طور سے کایتوں کے فرقے میں ہوتی ہے۔

سرور سلطان | پنجاب کے ہندو سرور سلطان سے عقیدت رکھتے ہیں، مزار، ملتان کے قریب بنگاہ نامی گاؤں میں ہے، شاہ مدار کی طرح سرور سلطان بھی رذیل مسلمانوں اور شریف ہندوؤں کے حاجت روا سمجھے جاتے ہیں، بعضے جہلا اُن کو بھی اہلِ سادات میں شمار کرتے ہیں، لیکن اس بیان میں کوئی اصلیت اور صداقت نہیں ہے، اور شرفا کی ایک تعلیم یافتہ جماعت اس بات سے متفق ہے کہ خواجہ مودود چشتی، جو خانوادۂ چشتیہ کے بزرگوں میں سے تھے، اور خواجہ معین الدین چشتیؒ کا سلسلہ چند واسطوں سے اُن تک پہنچتا ہے، وہ ایک قطب الاقطاب کے مرتبے پر فائز تھے، یعنی اگر کسی مقام کا قطب فوت ہو جاتا تو خواجہ ہی کے حکم سے وہاں دوسرا قطب مقرر کیا جاتا تھا اُن کے زمانۂ حیات میں سلطان سرور چوروں کے گروہ میں شریک تھے، روایت ہے کہ ایک رات سرِ شام ہی سے انھوں نے خواجہ کی خانقاہ کی چھپت میں نقب لگانا شروع کیا۔ لیکن انتہائی کوشش کے باوجود صبح تک بھی اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے، اور نقب لگانے کا اوزار بھی ٹوٹ گیا۔ اسی اثنا میں خواجہ کے ایک مرید نے مراقب ہو کر عرض کیا کہ اس وقت ملتان کے قطب کا انتقال ہو گیا اس کی جگہ کسی دوسرے قطب کا تقرر ہونا ضروری ہے۔ خواجہ کو از روئے کشف چور کا آنا اور ساری رات محنت کرنا معلوم تھا۔ انھوں نے اپنے مرید سے کہا کہ یہ غریب کسی نفع کی توقع لیکر یہاں آیا تھا۔ محنتِ شاقہ کے باوجود اس کی ناکامی دیکھ کر دل نہیں چاہتا کہ وہ اس دروازہ سے خالی ہاتھ واپس جائے۔ رحم کا تقاضا یہی ہے کہ اس کو ملتان کا قطب مقرر کروں۔ مرید نے کہا کہ جیسا آپ مناسب خیال فرمائیں، الغرض سلطان سرور کو ملتان کا قطب مقرر کر دیا گیا۔ ملتان کے بعضے شرفا، خصوصاً شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے روضۂ مبارک کے مجاوروں کا کہنا ہے کہ بنگاہ میں ہرگز کوئی قطب دفن نہیں ہیں بلکہ اس گاؤں کے باشندوں نے اس جگہ ایک چمار کا سر دفن کر رکھا ہے، حقیقت کا علم اللہ ہی کو ہے، مجھے یہ نہیں معلوم ان دونوں روایتوں میں کونسی قرینِ صحت ہے، نظر بظاہر دوسری روایت میں عداوت کی بنا پر جھوٹ کا

احتمال ہے، کیونکہ سلطان سرور کے مزار کے مجاوروں کو جس قدر روپیہ اُن کے عقیدتمندوں سے حاصل ہوتا ہے بہاء الدین زکریا ملتانی کے مزار کے مجاوروں نے کبھی خواب میں بھی نہ دیکھا ہوگا۔ چونکہ ہم پیشہ سے رشک کرنا کوئی نئی بات نہیں بلکہ پرانی رسم ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ اول الذکر صوفی کے مقبرے کے مجاور جھوٹے نہ ہوں، بہر حال اس گتھی کا سلجھانا اُن کے عقیدتمندوں کو مبارک رہے، ہمیں ان باتوں کی تحقیق سے کوئی سروکار نہیں۔ البتہ جو کچھ مشہور ہے اور دیکھنے میں آیا ہے وہ یہ ہے کہ جاہل اور رذیل مسلمان نیز پنجاب کے ہندو شرفاء سب کے سب ارادت اور اخلاص سے اُن کے آستانے پر سر ٹیکتے ہیں، سلاطین تیموریہ کے تسلّط سے قبل کے ہندوستان کے بادشاہوں میں سے کسی نے اُن کے مزار پر دو بدخشانی لعل بھی بطور نذرِ عقیدت پیش کئے تھے، اور اُسی دن سے اُن کا لقب پیر صاحب لعل ہوگیا۔

فرقہ پراہی اور لُڈّی چنانچہ آج تک رذیل مسلمانوں کا ایک فرقہ پراہی کے نام سے مشہور ہے۔ یہ لوگ بڑی عقیدت کے ساتھ ڈھول بجا بجا کر اور اُن کا نام گا گا کر پڑھتے ہوئے رقص کرتے ہیں، اور سامعین کو بھی نچاتے ہیں، پنجاب میں اسی ناچ کو لُڈّی کہتے ہیں، اس گانے میں یہ تاثیر ہے کہ اکثر دردمند رذیلوں اور جاہل شریفوں پر رقت کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ پنجاب میں جب کسی ہندو لڑکے کی شادی ہوتی ہے تو دو پراہی اس کے مکان کے صحن میں آکر دولہا اور دلہن کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ڈھول بجانا اور گانا شروع کر دیتے ہیں، اور جب سرور سلطان کا نام اُن کی زبان پر آتا ہے تو پیر اُٹھا کر ناچنے لگتے ہیں، اور جب رقص کا بازار گرم ہو جاتا ہے تو ہندو لڑکا اور اس کی بیوی دونوں اس لُڈّی پراہی کی آواز پر رقص کرتے ہیں، اُن کے عقیدہ کے مطابق یہ بہت اچھا شگون ہے، پراہیوں کے گانے میں تین ہی موضوع ہوتے ہیں یا تو سرور سلطان کی مدح جو پیر لعل تھے یا پھیرو نامی ایک برہمن کا واقعہ بیان کرتے ہیں جو ابتداء میں نانِ شبینہ تک کو محتاج تھا اور بالآخر سرور پر عقیدۂ راسخ کی وجہ سے اُس نے ترقی حاصل کی، یا نواب زکریا خان المشہور زخان بہادر ناظم لاہور و ملتان ابن نواب عبدالصمد خان بہادر دلیر جنگ کے عدل و انصاف کا بیان ہوتا ہے، پھیرو، ایک ہندو کا نام ہے اور بعض معتبر راویوں سے سُنا گیا ہے کہ معزالدین جہاندار شاہ جب اپنے والد شاہ عالم بہادر شاہ بن اورنگ زیب عالمگیر خلد مکاں کی وفات کے بعد تخت شاہی پر متمکن ہوا

تو اُس نے سرور کے نوبت خانے کے لئے چاندی کے نقارے بھیجے تھے، اس بات سے عوام میں سرور سلطان کا اعتقاد اور بھی بڑھ گیا۔

سرور سلطان اور ہندو سرور کے ہندو مرید اپنے مذہبی پیشواؤں کو بھی بزرگ مانتے ہیں لیکن درگاہِ الٰہی سے اپنی حاجت روائی کے لئے سرور ہی کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں، اور دنیا میں انہیں جو بھی ترقی نصیب ہوتی ہے اُسے سرور کی عنایت ہی کا ثمرہ سمجھتے ہیں، ہر جمعرات کو اُن کی نیاز کا حلوا تقسیم کرتے ہیں، اور اُس دن ہر گھر کی کسی کوٹھری میں ایک دیا بھی جلاتے ہیں، یہاں تک کہ شاہ جہاں آباد میں بھی کسی کسی ہندو کے یہاں کوٹھری میں سرور کے نام کا چراغ روشن پایا جاتا ہے۔ سرور کے مریدوں کا اعتقاد ہے کہ اگر کوئی ہندو جو سرور کا معتقد ہو بغیر ذبح کیا ہوا کسی جانور کا گوشت قصداً کھائے تو کسی نہ کسی بلا میں ضرور مبتلا ہو جاتا ہے اور اگر سور کا گوشت کھا لیتا ہے تو کوڑھی ہو جاتا ہے یا اس کے جسم پر ایک پھوڑا نکل آتا ہے، جس کی بدبو سے جسم میں کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ بہت جلد مر جاتا ہے۔

سرور سلطان کی چھڑیاں جس طرح نچلے طبقے کے مسلمان نزدیک و دُور سے جھنڈے لے کر شاہ مدار کے مزار پر ہر سال جمع ہوتے ہیں اُسی طرح ہر سال ہر شہر کے باہر سرور کے نیزے بھی اُٹھائے جاتے ہیں اور پراہی ہر جھنڈے کے نیچے ڈھول بجاتے ہیں اور اپنے پیر کی مدح میں گیت گا گا کر ناچتے ہیں، اور دوسروں کو بھی نچاتے ہیں، اور تمام لوگ خواہ ہندو ہوں یا مسلمان جوق در جوق تماشہ دیکھنے جاتے ہیں، نیز تجارت پیشہ لوگ اپنے منافع کی امید میں چھوٹی بڑی دوکانیں نئے نئے انداز سے سجا کر اُن میں انواع و اقسام کی مٹھائیاں اور دیگر اشیائے خوردنی چنتے ہیں، اور کچھ لوگ اپنی دوکانوں پر شامیانے بھی لگاتے ہیں، بہرحال اسی ہائے وہو میں ساری رات گزر جاتی ہے۔ یہ لوگ بنگاہ کے لئے روانہ ہوتے ہیں، لیکن سارا مجمع یہ سفر اختیار نہیں کرتا کیونکہ جو تماشبین ہیں خواہ وہ معتقد ہوں یا غیر معتقد، شہر کو واپس چلے جاتے ہیں، اور بعض دوکاندار بھی اپنی چیزوں کو فروخت کر کے اُن کے ساتھ ہی واپس آجاتے ہیں، لیکن پراہی اور حاجت مند سفر پر روانہ ہو جاتے ہیں، اور کچھ دکاندار بھی منافع کی غرض سے اُن کے ساتھ ہو لیتے ہیں۔ بنگاہ کو جانے والے زائرین کی تعداد کا اندازہ صرف ایک ہی شہر سے کر لینا چاہیئے، یعنی ایک شہر کی آبادی کو جس میں پراہی اور سرور کے معتقدین اور میلے میں دوکان

لگانے والے ہوتے ہیں ان کے مجموعے کو ایک ہزار سے ضرب دینا چاہیئے۔ کوئی بڑا شہر اُس کی آبادی اور کوئی بڑا لشکر اُس کے ہنگامے اور رونق کو نہیں پہنچ سکتا۔ ہندوستان میں یہ مثل مشہور ہے کہ اگر رذیلوں اور اجلافوں کا مال پیر نہ کھائیں تو یہ لوگ شرفاء کو حقارت کی نظر سے دیکھیں گے اور انہیں خاطر میں نہ لائیں گے، اِن فرقوں کے لوگ سال بھر میں جو کچھ کماتے ہیں وہ سارا مکن پور، بنگاہ اور بہرائچ میں' یہ ہندوستان میں ایک قصبہ ہے جہاں مجہول النسب سالار مسعود غازی کا مزار واقع ہے، صرف ہو جاتا ہے۔

سالار مسعود غازی اور مسافت کی دوری کی وجہ سے بعضے اجلاف کا تو تمام سال اِن مقاموں کی آمدورفت ہی میں گزر جاتا ہے، بنگاہ کو جانے والے سرور پرست ہندوؤں کی بہلیوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچ جاتی ہے۔ بہلی، رتھ کی طرح ایک چیز ہوتی ہے جو لکڑی کے دو گول پہیوں پر قائم ہوتی ہے۔

سالار مسعود کی شخصیت بھی شاہ مدار اور سرور سلطان کی طرح ہے، اور کسی بات میں اُن سے کم نہیں کہا جا سکتا، پنجاب کے رذیل ہندو اور مسلمان جو سرور سے اعتقاد رکھتے ہیں وہ سرور کی جھوٹی قسم نہیں کھاتے یہی حال میواتی اور پورب کے باشندوں کا شاہ مدار اور سالار مسعود کے ساتھ ہے۔

سالار کو سید سالار کہتے ہیں، اور انھیں جناب محمد بن حنفیہ کی اولاد میں بتاتے ہیں، انھیں سلطان محمود سبکتگین کا بھانجا بھی کہا جاتا ہے۔ مشہور ہے کہ وہ اپنے ماموں کے لشکر کے سپہ سالار تھے اور بادشاہ کے حکم سے انھوں نے ہندوستان پر قبضہ کیا تھا۔

چتلی قبر اُن کے ساتھیوں نے مختلف جگہوں پر شہادت پائی۔ شاہجہاں آباد میں ترکمان دروازے کے قریب اعظم خان مرحوم خوش طعام کی حویلی کے متصل ایک منقش قبر جو چتلی قبر کے نام سے مشہور ہے، یہ سالار مسعود کے ایک ساتھی سید روشن علی کی قبر بتائی جاتی ہے۔ چتلی مؤنث سماعی ہے۔ اور شاہ جہاں آباد کی زبان (اردو) میں ہر منقش چیز کو چتلی کہتے ہیں۔

سالار مسعود کی شہادت خلاصہ یہ ہے کہ سالار مسعود کافروں سے جنگ و جدال کرتے ہوئے بہرائچ پہنچ کر شہید ہوئے تھے۔

سالار مسعود کی شادی اور بیان کیا جاتا ہے کہ آودھ سے ایک منزل کے فاصلے پر رُدولی نامی قصبہ میں

سالار مسعود کی منگنی ہو چکی تھی۔ ہندوستانی رسم کے مطابق عقد کی رات سے ایک ہفتہ پہلے دولہا کے ہاتھ میں ریشم کا ایک دھاگا باندھا جاتا ہے۔ وہ اُن کے ہاتھ میں بھی باندھا گیا تھا۔ اتفاق سے عقد کی شب کو ہی یا اس سے دو تین دن پہلے کافروں کے غلبے کی خبر سُن کر وہ قصبے سے نکل گئے اور جنگ میں کام آگئے، اسی وجہ سے ہر سال کی اُسی رات کو اُن کا پلنگ اور بستر قصبہ رُدولی میں ایک مقفل حُجرے سے باہر لایا جاتا ہے، اور بہت سے لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں لیکن جیسا اجتماع بہرائچ میں دیکھا گیا ہے، ردولی میں اس کا عُشر عشیر بھی نہیں ہوتا۔

سلطان محمود | سلطان محمود یعنی سالار مسعود کے والد ساہو سالار کی قبر لکھنؤ سے دس منزل کی دُوری پر ستر کھ نامی موضع میں بتائی جاتی ہے۔ سالار مسعود کی زیارت کو جانے کے ایام میں یہاں بھی بڑا مجمع ہوتا ہے اور تین دن تک اُن کے آستانے پر عبادت میں مصروف رہتے ہیں، گردونواح کے امراء اپنی حاجتوں کے برآنے پر اُن کے مزار پر نیا غلاف چڑھاتے ہیں۔ اور اس عمل کو عقبیٰ کیلئے سرمایۂ سعادت اور دُنیوی ترقیوں کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔

مختصر یہ کہ مسلمان فقیر اُن کو شہید اور دُوسروں کو ولی کہتے ہیں، اجلاف مسلمانوں کی طرح ہندو بھی اپنے بچّوں کے سر پر اُن کے نام کی چوٹی رکھتے ہیں اور مقررہ مدّت کے اختتام کے بعد بہرائچ جاکر اُسے اُترواتے ہیں۔ اور پورب کے بعض شرفاء کا سلسلۂ نسب سالار مسعود کے رفقاء تک پہونچتا ہے۔ یعنی یہاں کے سیّدوں اور شیخوں کے آباواجداد اُن کے ہمراہ ہندوستان آئے تھے، خدا کرے کہ یہ باتیں صحت وصداقت پر مبنی ہوں ورنہ اِن باتوں کے جھوٹ ثابت ہونے سے اکثر معزز خاندانوں کے شجرہ ہائے نسب میں فرق پڑجائے گا۔

شیخ سدّو | بعض نچلے طبقے کے مسلمان اور کچھ اسی طرح کے ہندو شیخ سدّو کی پرستش بھی کرتے ہیں شیعوں کے نزدیک شیخ سدّو ایک مجہول النسب شخص ہے اور یہ سالار مسعود اور شاہ مدار اور سرور سلطان سے بھی گئی گزری شخصیت ہے، اُن کی نذر کے لئے زیادہ تر بکرا ورنہ بکری ذبح کرکے پکائی جاتی ہے، یہ کھانا ہر شخص کو نہیں کھلاتے کیونکہ جو ایک مرتبہ اُن کی نذر کا کھانا کھالیتا ہے اُس کی گردن پر سوار ہوکر شیخ سدّو

ہر سال اس سے نذر کا بکرا وصول کرتے ہیں یعنی اُس پر واجب ہوجاتا ہے کہ وہ سدّو کے نام کا بکرا ذبح کرکے اُن کے معتقدوں کو کھلائے، آدمی کی گردن پر سوار ہونے سے مراد یہ ہے کہ جب اُن کی نذر کے ایام قریب آجاتے ہیں تو اگر وہ شخص جس نے اُن کی نذر کا کھانا کھایا ہوتا ہے، نذر کا بکرا چڑھانے کا خیال نہیں رکھتا تو اُس کا سر خود بخود چکّر کھانے لگتا ہے اور دونوں آنکھیں سُرخ ہوجاتی ہیں اور معدے میں ہلکا ہلکا درد شروع ہوجاتا ہے، اگر وہ نذر پوری کردے تو بھلا چنگا ہوجاتا ہے، ورنہ بیماری بڑھتی ہی رہتی ہے، چونکہ انسان کا واہمہ خلّاق ہوتا ہے اور لوگ توہّم پرست ہیں اس لئے اُن اجلاف کا ایسے مصائب میں گرفتار ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ رذیل عورتیں غسل کے بعد بھڑکیلا لباس پہن کر اور عطر پھلیل لگاکر سر کو دُھننا شروع کردیتی ہیں ——— !

غیر ملکی (ممبران) معاونین ندوۃ المصنّفین

اور

خریداران بُرہان سے ضروری گذارش

پاکستان اور دیگر ممالک کے ممبرانِ ادارہ کی خدمت میں یاددہانی کے خطوط اور پروفارمابل وقتاً فوقتاً ارسال کئے جارہے ہیں۔ فوری توجّہ فرماتے ہوئے رقم ذریعہ ڈرافٹ ارسال فرماکر ممنون فرمائیں :

نیازمند

(منیجر رسالہ بُرہان دہلی)